ہے اور شور کرکے مسجد میں کہرام برپا کرتا ہے تو ظاہر ہے اسلام اس کو بنظرِ استحسان نہیں دیکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اعتکاف کے دوران لوگوں کو اونچی آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھا تو فرمایا:

تم سب اپنے اپنے رب سے ہمکلام ہو، اس لیے ایک دوسرے کو دکھ نہ دیا کرو نہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قرأت کیا کرو۔

عن ابی سعید قال اعتکف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المسجد فسمعتھم یجھرون بالقرأۃ فکشف الستر وقال الا ان کلکم مناج ربہ فلا یوذین بعضکم بعضا ولا یرفع بعضکم علی بعض فی القرأۃ او قال فی الصلوٰۃ (ابوداؤد ص ۱۳۳)

بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرج علی الناس وھم یصلون وقد اعلت اصواتھم بالقرأۃ فقال ان المصلی یناجی ربہ عزوجل فلینظر بما یناجیہ ولا یجھر بعضکم علی بعض بالقرآن (اھل السنن کذا قال العراقی وقال باسناد الصحیح)

اصل فتنہ وہ شور ہے جو دوسرے عبادت گزاروں کی یکسوئی اور انہماک کا خون کرتا ہے، اس لیے اب بات مسجد تک محدود نہیں رہی، گھروں تک بھی چلی گئی ہے۔ کیونکہ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر لگا کر جو تانیں چھوڑی جاتی ہیں، وہ گھروں میں بھی ذکر و فکر میں محویت کے امکانات کو شدید نقصانات پہنچا رہی ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک ذکر و فکر ہو یا تلاوت کی بات بہرحال ایسی اونچی آواز میں پڑھنا جو ذہنی تشویش پر منتج ہو، قطعاً جائز نہیں ہے۔ خاص کر اوقاتِ نماز میں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز باجماعت میں بھی کمزوروں اور بیماروں کا خیال رکھتے تھے کہ وہ تھک نہ جائیں یا ان کو تکلیف نہ ہو۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم الضعیف والسقیم والکبیر الحدیث (بخاری ص ۹۷)

مگر یہ لوگ خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر "حشر بردوش تانوں" کے ذریعے محلے بھر کے بیماروں کمزوروں، مزدوروں اور بزرگوں کی جسمانی عافیتوں اور آرام پر جس طرح بجلی بن کر گر رہے ہیں، وہ کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے خانۂ خدا میں بالخصوص "اونچی آواز" اونچے سروں اور اونچی تانوں کے جو فتنے کھڑے ہو گئے ہیں، ہمارے نزدیک سراپا فتنہ ہیں، اس لیے جو لوگ عبادت میں بھی اس صورتِ حال کی نزاکت کا

احساس نہیں کرتے، وہ حدیث کی رُو سے فتنہ پرور اور شرانگیز لوگ ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو قَتَّاتٌ فَتَّانٌ کہا ہے۔

اصل میں مساجد میں صرف تلاوت کا ہی غوغا نہیں ہوتا اور بھی بہت کچھ گاتے ہیں۔ بلکہ اکثر لوگ قرآن بھی گاتے ہیں۔ ذکر بھی گاتے ہیں۔ درود بھی گاتے ہیں، آہ! جو بات عبادت تھی، اسے نادان دوستوں نے گانا بنا ڈالا ہے۔ اگر آج ان سے لاؤڈ سپیکر چھین لیا جائے تو وہ آپ کو بہت کم ذکر کرتے نظر آئیں گے کیونکہ گانا نہیں رہتا۔ اگر ان سے کہا جائے کہ آپ بیٹھ کر اور آہستہ آہستہ جی بھر کر درود شریف کا ورد کریں دل کے پورے ارمانوں کے مطابق، شب و روز تلاوت کیا کریں اور پوری یکسوئی کے ساتھ رب کا ذکر کیا کریں تو آپ دیکھیں گے کہ میدان بالکل خالی رہے گا، کیونکہ یہ قل خوانی "صرف" گانے کو جانتے ہیں ورد یا تلاوت کرنے نہیں جاتے۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں آتا ہے کہ: آپ ہر وقت رب کا ذکر کیا کرتے تھے، مگر یہ طور "الخس" پسند نہیں ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک خانۂ خدا اللہ کے دربار ہیں، بارگاہ عالی کے دربار کا تقاضا ہے کہ سنجیدہ اور باادب رہا جائے، اور شوخی کے بجائے خاک نشین مسکینوں کی طرح دم بخود رہنے کو ترجیح دی جائے۔

حضرت امام مالکؒ مساجد میں شور و غوغا قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ (فتح الباری)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مساجد میں رفع الصوت (اونچا بولنے) کے سخت مخالف تھے۔

عن ابن عمر: قال سمع عمر رجلا رافع صوته ..... قال اما انك لو كنت من اهل بلدنا هذا لاوجعتك ضربا، ان مسجدنا هذا لا يرفع فيه الصوت (عبد الرزاق ص۴۳۵ ج۱)

گو علماء نے جائز کلام اور ناجائز کلام کی بحث کی ہے لیکن اس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں کہ مسجد میں آسمان کو سر پر اٹھا لینا بالکل جائز نہیں ہے، جیسا کہ آج کل ایک گروہ نے شعار بنا رکھا ہے۔

۲۔ آسان ذکر۔ ذکرِ الٰہی کا آسان ہونا یا مشکل دراصل ہر شخص کی اپنی افتادِ طبع کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی جس کا جتنا تعلق اللہ سے ہوتا ہے اتنا ہی ذکر اس کے لیے آسان ہوتا ہے اور جتنا کم ہوتا ہے اتنا وہ اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ ایک شخص جمال اور جلالِ الٰہی کا کشتہ ہوتا ہے، دوسرا دنیا کا متوالا اور کتا ہوتا ہے۔ پہلا شخص ذکر و فکر میں مستغرق رہ کر تھکنے کا نام نہیں لیتا، دوسرا ذکرِ خدا کے تصور سے اکتا جاتا ہے۔

ع خیال ہر کس بقدر ہمت اوست

واقعہ یہ ہے کہ ذکر سے غرض "تعلق باللہ" میں استواری ہے کہ اس سے تعلق مستحکم ہو اور زبان کو رب کے گن گانے کا شرف حاصل ہو۔ اور یہ دل کے جتنے گہرے جذبے اور زبان کی جتنی تکرار کے ساتھ